# غصب میراث اور مروجہ تنسیخ نکاح کا مسئلہ

تحریر: مفتی محمد عیسی، مہتمم فتاح العلوم، نوشہرہ سانسی، گوجرانوالہ

اللہ تعالی کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے تجویز کردہ راہ جسے شریعت اور دین کہتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کو اس کی پابندی اور اتباع کا حکم دیا ہے:

**ثم جعلنک علی شریعة من الامر فاتبعها ولاتتبع اهواء الذین لایعلمون**

(پھر اے پیغمبر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص راستے پر متعین کردیا سو آپ اسی راستے پر چلے جائیے اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلیئے جو صحیح علم سے بے بہرہ ہیں۔(سورۃ الجاثیہ:۱۸)

اسی دین سے اسلام اور کفر کی راہیں الگ الگ ہوجاتی ہیں۔ شوکت قوت اور غلبہ سے دین باقی رہتا ہے یعنی دین کی حاکمیت ہو حاکم اور محکوم اس کے فرمان کے تابع ہوں اس کا دوسرا نام اسلام ہے۔اہل اسلام عقائد وعبادات کی طرح اپنی معاشی معاشرتی زندگی میں علاقائی ملکی خصوصاً ذاتی معاملات اور تنازعات میں شریعت کو فیصل بنائیں ۔ شریعت کو باقاعدہ دستور بنانا محکمہ قضاء شرعیہ قائم کرنا اور ملک میں اس محکمہ کے احکام نافذ کرنا بندوں پر اس کی خالص حکمرانی کو قائم کرنا ہے۔ اللہ تعالی کا یہی منشا ہے کہ اس کے تمام بندے اسلام کے ذریعے میری حکمرانی قبول کریں۔ شریعت کے نفاذ سے مسلمانوں میں یک جہتی اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ ان کے درمیان برتری اور مقابلے کا جاہلانہ خیال مٹ جاتا ہے ہار جیت بغض وعناد اور تعصب ملیامیٹ ہوجاتا ہے۔ نفرت اور عداوت کی بجائے محبت والفت پیدا ہوتی ہے غلامی کی زنجیریں اور آبائی دین کے طوق گردن سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ سب مسلمان اسلام کی لڑی میں موتیوں کی طرح پروئے جاتے ہیں ۔ اہل حقوق کو حقوق مل جاتے ہیں اور جو دوسروں کے حقوق اپنے پاس سے واپس کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کی سلامتی دل میں چین وسکون محسوس کرکے سمجھتے ہیں ہم ہارے نہیں بلکہ جیتے ہیں۔ خدا تعالی کی قسم پوری ہوجاتی ہے جو اس نے اپنے بندوں کے ایمان پر اٹھائی ہے۔

**فلاوربک لایومنون حتی یحکموک فیماشجربینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجا مماقضیت ویسلمواتسلیما (سوره النساء:٦٥)**

(سو قسم ہے آپ کے رب کی یہ شیطان کو حکم بنانے والے اس وقت تک مومن نہیں ہو نگے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہ بنائیں پھر جو آپ فیصلہ کردیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی گرانی محسوس نہ کریں اور پوری طرح آپ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔)

اسلام کا ہر ہر فرد اپنے کو دوسرے کے برابر سمجھتا ہے۔ برابر حقوق کا مالک۔ اور اسی نظام کے ذریعے مسلمانوں کو ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اسی نظام شریعت کی برکت سے اہل اسلام یک مشت اور غیروں کے مقابلے میں ایک مضبوط ہاتھ بن کر ابھرتے ہیں۔ صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے کیوں نہ ہو یہ انقلابی دین ہے مسلمانوں کو متحد اور دنیا میں کامیابی دلانے میں ہمیشہ یہی اختیار کیا گیا ہے۔ پھر یہ تحریک تو ہے نہیں کہ اس کے اطوار بدلتے رہیں بلکہ مذہب اور عقیدہ ہے جو غیر متبدل اور لازوال ہے مسلمان جب بھی دشمنوں پر غالب آئے اس کی بدولت اور اگر ذلیل ورسوا ہوئے تو اس کو ترک کر کے۔ لادینی عقائد اور کفری تحریکات وتعزیرات کی وجہ سے (اعاذنا اللہ تعالی منہا)۔ اسی نظام شریعت کی بدولت حدود اللہ نافذ ہوتی ہیں۔ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوتا ہے۔ آسمان سے برکات نازل ہوتی ہیں۔ زمین اپنی قوت کے مواد کام میں لاتی ہے تمام دنیا میں رزق کے خزینے مفتوح ہوجاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "ایک حد کا نفاذ روئے زمین پر چالیس دن کی مسلسل موسلادھار بارش کی آبادی سے بہتر ہے" مومنین کے برعکس ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا اور رسول کی حکمرانی میں کبھی مخلص نہیں رہے وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر اس وادی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر اول آخر یہی رہا ہے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا؟ "ان لنا لاجرا" ملنے کی امید میں بڑے پر تکلف ہو کر "اناکنا معکم" (آخر ہم بھی آپ کے ساتھ تھے) کا ورد کرتے ہیں اور اگر ہاتھ میں آئے ہوئے مال کے ضیاع کا ڈر ہو تو زبان حال سے کہتے ہیں۔

گرجان طلبی مضائقہ نیست　　　زرمی طلبی سخن درین است

اسلام اور کلمہ اسلام سے دور بھاگتے ہیں جھوٹی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں اور ان سے دادخواہ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ جیت جائیں۔ درحقیقت ان کے بیمار دل کا کوئی درماں نہیں ہے۔ ع زرپرستی می کند دل راہ سیاہ

اسلام میں مضطرب اور بے چین نظر آتے ہیں خدا اور رسول سے ان کو انصاف کی

توقع کم ہے۔ ان کا نام اللہ اور رسول ﷺ کی زبان میں منافق ہے کاش اس زمانے کیلئے عمرؓ ہوتے جو شخص خدا اور رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوتا اس کا سر قلم کرکے کہتے:

**هذا قضائی فیمن لم یرض بقضاء الله ورسوله**

(میرا فیصلہ ہر اس شخص کے متعلق یہی ہے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر رضامند نہیں ہوتا۔ سورہ نساء کے پہلے رکوع میں اللہ تعالی نے یتیموں کے ناحق مال کھانے کی سخت ممانعت کی۔ اس کے دوسرے رکوع میں وصیت کے عنوان سے ایک خاص بات کی تاکید فرمائی ہے۔ وہ ہے بھی اولاد کے بارے میں ماں باپ، خاوند، بیوی اور بہن بھائیوں کے بارے میں اجنبی کے بارے میں نہیں۔ آخر میں فرمایا۔ یہ حصص اور احکام اللہ تعالی کی حدود ہیں۔

**تلک حدود الله ومن یطع الله ورسوله یدخله جنات تجری من تحتهاالانهارخالدین فیها وذلک الفوزالعظیم. ومن یعص الله ورسوله ویتعدحدوده یدخله ناراً خالداً فیها وله عذاب مهین.**

(یہ اللہ تعالی کی حدود ہیں جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو اللہ تعالی اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے پر اصرار کرے گا تو خداتعالی اس کو آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو توہین آمیز عذاب ہوگا۔)

سبحان اللہ انعام کی بھی حد ہے دنیا کی قحط زدہ خشک بنجر اور ویران زمینوں کے عوض سدا سرسبز اور شاداب باغات ہوں:

شکر نعمتہائے تو، چند آنکہ نعمتہائے تو
عذر تقصیرات ما، چند آنکہ تقصیرات ما

یہ تو رشک کی چیز تھی کہ منت وسماجت کرکے بھی وارثوں کو حق دے دیا جاتا فرض ادا ہوتا اور جان خلاصی دوسرے بہشت کی الاٹمنٹ بھی یہاں بیٹھے بٹھائے ہوجاتی۔ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے تجربہ بتاتا ہے کہ میراث کے غاصب غصب کردہ مال زیادہ دیر نہیں کھاسکتے۔ ان کے مال میں اضافہ اور خیر و برکت نہیں ہوتی۔ پھر وہ طرح طرح کے مصائب اور

حوادث کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ مقدمات، برادری تنازعات۔ مسرفانہ زندگی اولاد کی آوارگی اور نافرمانی تاوان تنگ دستی مال ومتاع حتی کہ غصب کردہ وراثت کو بیچ کر کھاجانا ماں بہنوں کے ساتھ بدعہدی اور ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کے عوض ان کی بددعا کی زد میں رہنا صرف یہ نہیں بلکہ اپنی اور ان کی نسلوں کے مابین انشقاق اور نفاق کا بیج بونا رواجیوں کے حصہ میں آیا ہے ان کی زندگی خوشگوار نہیں رہتی اور لالچ اور ضد میں دنیا اور آخرت تباہ کردیتے ہیں۔ من شاء فلیجربهم

پھر اس قسم کے ظلم کے اثرات صرف انہی لوگوں میں محصور نہیں رہتے بلکہ اس سے درندے پرندے اور مچھلیاں غرضیکہ ساری آبادی متاثر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ حباری پرندہ جو کئی دن کی مسافت طے کرکے بھی اپنے آشیانے کو سبزہ زار سے خالی نہیں رکھتا قحط سالی کی نحوست کے اثر سے اتنی جفاکشی کے باوجود اپنے آشیانے میں بھوک اور پیاس سے سسک کر مرجاتا ہے۔ (موقوفا علی ابی ہریرۃؓ)

## محکمہ قضاء اور حکم شرعی

اسلام کسی وقت لاقانونیت اور آپس میں نزاع کو طول دینے کے حق میں نہیں ہے اسی طرح کفر یا کافر حاکم یا کافرانہ نظام حکومت کے تحت فیصلے کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا ایسی صورت میں جبکہ حکومت وقت اسلام کی مطابق فیصلے کی پابندی نہ کرتی ہو تو اہل اسلام پر لازم ہے کہ اپنے درمیان روزمرہ جھگڑوں میں ایک مسلمان حَکَم (ثالث) مقرر کرلیں یا شرعی پنچائیت قائم کریں۔ اس امر پر اتفاق کے بعد حکم شرعی کا فیصلہ ناطق ہوگا اور ایک بااختیار عدالت کا فیصلہ سمجھا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف اہل کتاب اپنے پیش آمدہ نزاع میں جو رجوع کرتے اس حیثیت سے آپ ﷺ ان کے حکم تھے "فان حکمت فاحکم بینھم بالقسط (سورہ نساء" (اگر آپ فیصلہ کرنا قبول کریں تو پھر ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کریں)

فقہاء کرام نے محکمہ شرعیہ کی ضرورت واہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

وذالم یکن سلطان ولامن یجوز التقلد منه کما ھو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیھم الکفار واقروا المسلمین علی مال یوخذمنھم یجب علیھم ان یتفقواعلی واحد منھم یجعلونه والیافیولی قاضیا اویکون ھوالذی یقضی بینھم وکذاینصب لھم اماما یصلی بھم الجمعة (فتح القدیر

ج: ۵ ،ص: ٤٦١ کتاب القضاء)

(اگر بادشاہ یا حاکم نہ ہو جیسے مسلمانوں کے ملکوں میں کفار غالب آگئے ہوں مسلمانوں کو وہاں مال لینے کی شرط پر برقرار رکھا ہو تو مسلمان پر لازم ہے کہ ایک مسلمان پر اتفاق کرکے اسے حاکم مقرر کریں وہ "قاضی مقررہ خود فیصلے کرے ایسے ہی ایک امام مقرر کریں جو انہیں جمعہ پڑھائے)

## غصب میراث

رواجیوں نے رواج کی بچ باقی رکھنے میں اپنی خیر سمجھی کفر وشرک کی طرح رواج کی لعنت بھی مشکل سے چھوٹتی ہے۔ رواج میں مستزاد بات یہ ہے کہ اس میں کچھ ملتا ہے باپ داد کی جائیداد سمٹ کر بیٹوں کے ہاتھ آتی ہے۔ حیرت تو اس پر کہ چوراور ڈاکو تو دنیامیں بدنام ہوتے ہیں۔ سودی معاشرے میں بھی سود کھانے والااپنے کو برا سمجھتاہے لیکن رواجی اپنےاس عمل کو معیوب نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤاجداد کی زمین ہے ہم نے کسی سے غصب تو نہیں کی کہیں باہر سے تو نہیں لائی۔ دنیاان کو نمازی اورحاجی کہتی ہے حالانکہ انہوں نےخدا کی حدود کو توڑا اسلام میں ہندوانہ اورظالمانہ قانون ایجاد کیا پھر باپ کے مرنے کے بعد ستم کا آغازخودماں جنت نشاں سے کیا۔رحم و کرم اور پدرانہ شفقت کی بجائے بہنوں کو تختہ مشق بنایادرندگی کی اس سے زیادہ دنیامیں اور کوئی مثال بھی مل سکتی ہے؟ پھراپنی اس حرام خوری کے کئی بہانے بناتے ہیں بدعذر گناہ بدتراز گناہ، کہتے ہیں ہمارے بڑوں نے اپنی جائیداد تقسیم نہیں کی ہم کیوں کسی کو کچھ دیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو زیور اور ہر طرح کا سامان دیا ہے۔ جو ان کے حقوق سے بھی زیادہ ہے کبھی یہ کہ وہ بخوشی دل ہم سے اپنا حق نہیں لینا چاہتی۔ ورنہ ہم دینے کیلئے تیار ہیں باپ کے مرنے پر جب خطرہ ہوتا ہے کہ ہم سے کہیں بہنیں جائیداد کا دعوی نہ کریں تو کہتے ہیں کہ ہم زندگی بھر آپ کی خدمت کرتے رہیں گے۔ جو خدا ناترس یوم آخرت میں خدائے ذوالجلال کی پیشی کو بھولے بیٹھے ہیں وہ ان وعدوں کا کیاپاس کرتے ہیں ۔مار آستین کی طرح جائیداد پر قابض ہونے کے بعد یہ بدعہد سب کچھ بھول جاتے ہیں رواج پذیری اور شرعی حق کو دبانے کے سوا ان عذروں میں کچھ اور حقانیت بھی ہے؟معلوم ہوتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں نے باپ دادا کے پرانے کفر کی چادر ابھی تک نہیں اتار پھینکی ورنہ اسلام تو اس چیز کی اجازت

نہیں دیتا کہ حدود اللہ کو پھلانگ کر پھر کفر اختیار کیا جائے۔ بھائیوں اور بیٹوں کی شادی بیاہ میں یہ خرچ اخراجات نہیں ہوتے؟ کیا کبھی کوئی بھائی بھی کسی بھائی کے حق میں کسی قیمت پر اپنے حق سے دستبردار ہوا ہے؟۔ یا صرف بے بس اور ناتواں مخلوق کیلئے کفر کی اس لعنت کو روا رکھا جارہا ہے؟۔ اس سے زیادہ جہاں ساز حیلہ باز لوگوں کی سنیئے ھبہ نامی بیان کرا کے خوش ہوجاتے ہیں کہ بخشش ہوگئی اور اسے حقیقتاً غیر منقولہ جائیداد کا ھبہ تصور کر بیٹھتے ہیں حالانکہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ قابل قسمت چیز کا ھبہ تقسیم کیئے بغیر نہیں ہوسکتا۔

**لاتصح هبة المشاع غيرالمقسوم ان القبض فيها لا يصح الامفردةً. بداية المجهتهد جلد: ٢ ص ٣٠٩)**

مشاع غیر منقسم کا ھبہ صحیح نہیں ہے۔ ھبہ میں قبضہ ضروری ہے جبکہ چیز کو الگ نہ کرلیا جائے اس وقت تک قبضہ تام نہیں ہوتا۔ نادان بکار خود ہوشیار ایسے قانونی ہتھکنڈے بروئے کار لاتے ہیں کہ مسئلہ کی زد سے بچ جائیں۔ اور مطلب بھی پورا ہو۔ اپنے طور پر خفیہ بہنوں کے نام زمین لگوا لیتے ہیں پھر عرصہ دراز کے بعد دوبارہ جعلی بیان کرا کے اپنے نام ھبہ کرالیتے ہیں۔ مچھلیوں کو ہفتے کے دن گڑھے میں پھنسا کر اتوار کے دن شکار کرنیکی یہودی تادیل سے یہ حیلہ کیا کچھ کم ہے؟ الامان والحفیظ۔ نیز مسئلہ کی رو سے قرض وغیرہ جو قرض دینے والے کے ذمہ ہوتا ہے معاف کرنے سے مقروض بری الذمہ ہوتا ہے اور جائیداد کا حق معافی کے باوجود معاف نہیں ہوتا۔ اس سے بری الزمہ ہونیکی شریعت میں کوئی اصل نہیں لہذا وارثوں کے معاف کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حموی کی" الاشباه والنظائر" میں ہے کہ **ولوقال الوارث تركت حقى لم يبطل حقه اذالملك لايبطل بالترك قال الحموى فى شرحه لومات عن ابنين فقال احدهما تركت نصيبى من الميراث لم يبطل لانه لازم لايبطل بالترك بل ان كان فلا بد من التمليك وان كان دينا فلا بد من الابراء" .ص ٤٩٥**

اگر کوئی وارث کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تو اس کا حصہ باطل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ملک ہے چھوڑ دینے سے یہ حق باطل نہیں ہوسکتا۔ امام حموی فرماتے ہیں کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ کر مرا۔ ایک بیٹا کہے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا۔ اس انکار سے یہ حق باطل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ لازمی حق ہے۔ چھوڑ دینے سے نہیں چھوٹتا۔ بلکہ اس حصہ پر ضرور قبضہ کرنا پڑے

گا۔ اگر حق دین ہے تو وہ صرف ابراء سے ساقط ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو بہن اپنے ورثہ کو بھائی کیلئے اپنی زبان سے معاف کردیتی ہے صرف زبان سے کہہ دینے سے شرعاً معاف نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابراء اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس میں ھبہ کی ضرورت ہے اور وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر اس جائیداد کا دعوی کردے تو وہ شرعاً اپنی ماں کا حصہ لے سکتے ہیں کیونکہ ھبہ کی شرائط اس میں موجود نہیں ہیں کیونکہ ھنوز وہ مشاع مشترک قابل تقسیم ہے اگر بشرائطہا ھبہ بھی کردیا جائے مگر یہ یقینی بات ہے کہ بہن کا ھبہ کردینا دل سے نہیں ہوتا بلکہ ایسا ھبہ صرف رواج اور ملامت کے خوف سے ہوتا ہے۔ اگر بہن حصہ وصول کرکے پورا قبضہ کرلے اور کچھ عرصہ اس کا فائدہ اور نفع بھی حاصل کرتی رہے اس کے بعد اگر دے دے تو اس کو حقیقی دینا کہتے ہیں (دعوات عبدیت (ج:ا، ص:۱۶۹) تعجب بالائے تعجب یہ ہے ادھر تو ان کا حق نہیں سمجھتے ادھر معاف کرانے کے فکر میں ہیں رواجیوں سے عجیب عجیب حرکات سرزد ہوئی ہیں شیطان نے انہیں الٹے سیدھے سبق پڑھا رکھے ہیں بعض تو زندگی میں اپنے بیٹوں کے نام جائیداد منتقل کرا دیتے ہیں یا پھر مرتے وقت اس تمنا کو مختلف ھتکنڈوں سے بیٹیوں کو محروم کرکے خدا کے حضور میں روسیاہ پیش ہوتے ہیں بڑے میاں کی اولاد بھی کچھ کم فہم ثابت نہیں ہوتی رہی سہی کسر یہ پوری کردیتے ہیں۔ اصل کمیشن اور سفید پوش درحقیقت سیاہ دل اور سیاہ کار لوگوں کی شہادت دلاتے ہیں کہ مرنے والے کے مادینہ اولاد نہیں ہے یا یہ کہ وہ اہل پردہ ہیں حاضر ہونے سے قاصر ہیں وہ اپنا حق لینا نہیں چاہتیں اگر اس سے بھی کام نہ چلے ہمشیرگان مردے کی بیوہ اور میراث غصب کرنیوالوں کی پھوپھیاں عدالت میں رجوع کریں تو پھر صریح اور واضح کفر کی آڑ لینے میں کوئی ھچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ شرم وحیاء بلکہ ایمان واسلام کو بالائے طاق رکھ کر یہ بیان داخل کراتے ہیں کہ قبل ازیں ہماری اقوام فلاں فلاں رواج عام پر عمل پیرا ہے۔ ہماری اراضی شریعت پر تقسیم نہیں ہوا کرتیں یا پھر یہ فرق بتاتے ہیں کہ ہمارا مورث شرعی وراثت کے بل سے پہلے فوت ہوگیا ہے اور شرعی وراثت کا بل چند ماہ بعد منظور ہوا

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مورخہ ۱۵-مارچ ۱۹۴۸ء پنجاب میں شرعی ضابطہ وراثت کلی طور پر بغیر تفریق اقوام منظور ہوجانے کے بعد اپنی بیٹیوں کے بارے میں شریعت

کا پاس نہیں کرتے۔ اپنی بہنوں اور ماں کے بارے میں وہی سابقہ رویہ ترک نہیں کرتے وہ در بدر پر پھریں تو ان شریفوں کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ خدائے بزرگ و برتر کا خوف

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

سابقہ پیشہ ورانہ آبائی عادت کے مطابق اپنی بہنوں کو زبانی جمع خرچ پر راضی کر لیتے ہیں کہ ہمارے نام ھبہ کر لو ہم سے کسی چیز پر صلح کر لو مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ فی الحال خاموشی اختیار کریں اور عوام میں بھی ہم سرخرو ہوں شرعی نکتہ نظر سے ہم پر کوئی حرف نہ آئے منقولہ چیز یا گھٹیہ رقبہ اراضی لے لو یا یہ کہ ہمارے باپ کی بجائے ہمارا اپنا خرید کردہ رقبہ لے لو۔ افسوس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

للرجال نصیب مماترک الولدان والاقربون (سورة نساء رکوع (۱)

(ماں باپ اور قرابت دار جو ترکہ چھوڑ جائیں اس میں سے مردوں کا بھی حصہ ہے۔)

وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه اوکثرنصیبا مفروضا. سورة نساء پاره (۴) رکوع (۱)

(اور ماں باپ قرابت دار جو کچھ ترکہ چھوڑ جائیں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس میں سے عورتوں کا بھی کا حصہ ہے ہر ایک کا یہ حصہ مقرر شدہ ہے۔) یعنی قلیل و کثیر تھوڑے بہت سب مال میں اولاد لڑکے لڑکیاں شریک اور حصہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقرر اور معین فریضہ ہے۔ لیکن یہ رواجی ماں باپ کی غیر منقولہ جائیداد میں سے کچھ دینے پر راضی نہیں عجیب قسم کے حیلے تراشتے ہیں۔)

اسی سوال پر کسی ماں نے کیا ہی خوب کہا تھا، بیٹا جب تم مر و گے تو تمہاری اولادیں تمہاری خرید کردہ اس ردی زمینوں کی مالک بنیں گی ہمیں یہ عطیہ منظور نہیں۔ ان حالات میں بہنیں یہی سمجھتی ہیں کہ جائیداد کا پورا پورا حق لیکر ہم معاشرے میں بدنام ہوں گی قانونی چارہ جوئی کی ہم میں طاقت نہیں ہے پھر ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کے خلاف برادری میں سے مقدمات کی پیروی کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے، بدست غازی ہر چہ رسد، جبرا صلح پر آمادہ ہو جاتی ہیں غور کریں کہ یہ بھی صلح کہلاتی ہے؟ جس میں صلح کرنیوالا اور معاف کرنیوالا مجبور اور مضطر ہوتا ہے۔

کچھ ماں بہنیں اپنا حساب کتاب اس دن پر چھوڑ دیتی ہیں جو دن ہماری گذشتہ زندگی